اظہاریہ

صد شکر کہ بعد از خرابیٔ بسیار آج پی ایچ۔ڈی کے اپنے تحقیقی مقالے بعنوان ''انیسویں صدی کے اُردو ناول کا کرداری مطالعہ'' کی بہ احسن تکمیل کے بعد پیش لفظ لکھنے کی منزل بھی حاصل ہوگئی۔ جو کام ۲۰۱۶ء میں مکمل ہونا تھا وہ چار سال کی تاخیر کے بعد ۲۰۲۰ء میں ہوا۔

ع ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

بد قسمتی سے ۲۰۱۳ء میں میری بیگم ایک مہک مرض میں مبتلا ہوگئیں اور گلے تین، چار سال اس بیماری کے ساتھ جنگ لڑتے گزر گئے۔ کیمو تھراپی کے انتہائی تکلیف دہ مراحل سے لے کر سرجری اور تیمار داری کی مصروفیات نے قلم کتاب سے عملاً لاتعلق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں میرے معصوم بچوں فاطمہ عارف، عبد اللہ عارف اور ایمن عارف کے پھیلے ہوئے دامن کو اپنے بے حد و بے حساب کرم سے بھر دیا اور میری اہلیہ اس مہک مرض کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئی۔ تین، چار سال کا یہ عرصہ میرے خاندان کے لیے عرصۂ محشر سے کم نہ تھا لیکن اس جنگ میں سرخروئی نے سب دکھ بھلا دیے۔

ے دوستو! شکر کہ ہنگامِ مسرّت آیا
اب یہ کیا ذکر کٹا دورِ صعوبت کیسا
شب گزر جائے تو ظلمت کی شکایت بے سود
درد تھم جائے تو اظہارِ اذیت کیسا؟

قصہ مختصر نئے سرے سے ہمت پکڑی اور انتہائی مخلص اور مہربان استاد ڈاکٹر سفیر حیدر صاحب کی نگرانی میں موضوع پر کام کا آغاز کیا جو مارچ میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا لیکن کرونا وائرس کی عالمی وبا کے باعث تعلیمی ادارے بند ہونے کی وجہ سے ماہِ مارچ میں جمع نہ ہو سکا۔

اس مقالے کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب ناول اور کردار نگاری کے نظری و مبادی مباحث پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں انیسویں صدی کے اُردو ناول کی روایت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جبکہ تیسرے باب میں ڈپٹی نذیر احمد کے جملہ ناولوں کے اہم اور نمایاں کرداروں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں رتن ناتھ سرشار کے اہم کرداروں کا مطالعہ ہے جبکہ پانچویں باب میں عبد الحلیم شرر کے تاریخی و

معاشرتی کرداروں کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ چھٹا باب مرزا ہادی رسوا کی کردار نگاری کے جائزے پر مشتمل ہے۔ ساتویں اور آخری باب میں اس عہد کے متفرق ناول نگاروں کے کرداروں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ انیسویں صدی ہندوستان کے طرزِ احساس میں انقلابی تبدیلیوں کا باعث بنی۔ اس طرزِ احساس نے جہاں زندگی کے ہر پہلو کو اپنی لپیٹ میں لیا وہیں شعبۂ تعلیم بھی نئے زاویوں سے آشنا ہوا۔

مغربی فکر و فن اور طرزِ معاشرت نے مقامی اقدار و روایات کو شدید متاثر کیا۔ ان انقلابی تبدیلیوں کو اس عہد کے ادبا نے مغربی صنفِ ادب ناول کے پیرائے میں بہ احسن انداز بیان کیا۔ داستان کی جگہ ناول کے فروغ نے حقیقت پسندی اور واقعیت نگاری کو رواج دیا۔ کہانی اور اس کے کرداروں نے اظہار کے اچھوتے سانچے اختیار کیے۔

کردار نگاری نہ صرف حقیقی زندگی سے ہم آہنگ ہوئی بلکہ ارتقائی مراحل سے گزرتی ہوئی معاشرت کے جملہ زاویوں اور پہلوؤں کو فنی حسن سے بے نقاب کرنے کی منزل تک پہنچی۔ مولوی کریم الدین کے قصّے ''خطِ تقدیر'' کے تمثیلی کرداروں کے زیرِ سایہ اکبری اور اصغری کے سپاٹ، جامد اور یک رخے کرداروں سے لے کر مرزا ظاہر دار بیگ، ماما عظمت، خوجی جیسے زندۂ جاوید اور علی وجودی اور امراؤ جان ادا جیسے منفرد، اچھوتے اور طلسمی کرداروں کی تخلیق کے سفر میں انیسویں صدی کے ہندوستانی معاشرے کے ہر رنگ اور ہر زاویے کو روشن کیا گیا ہے۔

پی ایچ۔ ڈی کے اس تحقیقی مقالے کی تکمیل کو ممکن بنانے میں جن مہربانوں کا ذکر خیر قرض ہے ان میں اپنے مربّی نگران کار ڈاکٹر سفیر حیدر صاحب، پروفیسر محمد اسحاق نعیم، پروفیسر طارق کلیم اور میرے (Father in Law) محمد نواز عارف شامل ہیں۔ ڈاکٹر سفیر حیدر صاحب کی رہنمائی اور مہربانی ماورائے بیان ہے۔ جب بھی اور جس وقت بھی ضرورت ہوئی وہ میسر ہوئے۔ مواد کی فراہمی ہو یا وقت کا حصول، انہوں نے کبھی مایوس نہیں کیا۔

پروفیسر محمد اسحاق نعیم گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ میں میرے رفیقِ کار رہے ہیں۔ سراپا اخلاق و مروت ہیں۔ صاحب مطالعہ و پیکرِ ایثار و اخلاص ہیں۔ مواد کی فراہمی سے لے کر مشاورت تک، وہ ہمیشہ میرے آس پاس موجود رہے۔ ڈاکٹر طارق کلیم انتہائی نفیس اور حلیم شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی مشاورت اور رہنمائی میرے لیے مہمیز ثابت ہوئی۔ میرے (Father in Law) محکمہ پولیس کے ان معدودے چند آفیسرز سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں علم و ادب سے محبت ہیں۔ جن کے آس پاس اسلحے کی بجائے کتابیں نظر آتی ہیں۔ زبان سے فہم و دانش کے پھول جھڑتے ہیں۔ ہر ملاقات پر وہ میری پی ایچ۔ ڈی بارے استفسار کرتے اور